ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر سبینہ اویس اعوان ۞

احمد ندیم قاسمی کی اقبال شناسی

Ahmed Nadeem Qasimi's Iqbal Shinasi

By *Dr. Sabina Awais, Asst. Prof., Department of Urdu, Govt. College Women University, Sialkot.*

ABSTRACT

Urdu literature is incomplete without Allama Iqbal's description. Iqbal was not only a thinker but also a poet. He did his best in creating self-recognition, futuristic and visionary qualities in Muslim nation. Qasmi was a great appreciator of Iqbal's ideology and his literary work. Qasmi was a man of high value and immense knowledgeable personality. He was greatly impressed from Iqbal's idealistic and Islamist ideology. Although a lot has been written in Iqbal's wok but Qasmi's description and his essays gained unprecedented ratings. It is because Qasmi loved Iqbal and appreciated his ideas to full extent. By his writings and commentaries, Qasmi paved a way in understanding Iqbal's literary work. Besides this Qasmi also wrote down about family lineage of Allama Iqbal which encompassed not only his education but also his whole life until his death. Qasmi expressed his utmost gratitude and affection for Iqbal in these writings. He accepted Iqbal's high intellectual and character in a very clear way. This research article will focus on "Qasmi's Iqbal Shanasi" and try to cover different aspects of iqbal's personality in Qasmi's version.

Keywords: Self-recognition, Visionary Qualities, Knowledgeable, Futuristic.

اُردو ادب میں اقبال اور ذکرِ اقبال اہم موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال مفکر و شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان قوم کے رہنما، مستقبل شناس، بلند فکر و نظر رکھنے والے انسان تھے۔ قاسمی کلامِ اقبال کے ایک بڑے

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی، سیال کوٹ۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مدّاح تھے۔ وہ اقبال کو آفاقی، غیر فانی شاعر قرار دیتے جن کا نام اُردُو بلکہ عالمی ادب کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔ اس شاعر نے ملتِ اسلامیہ کو خودی، خودداری، احترامِ آدمیت کا درس دیا۔

برصغیر پاک ہند کے نام ور نثر نگار، شاعر، کالم نویس، نقّاد اور مدیر احمد ندیم قاسمی کو اللہ پاک نے لاتعداد صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دنیائے ادب میں قریباً نوے برس تک زندہ رہے۔ عمر نے اُن سے وفا نہ کی ورنہ ان کی فہم وفراست میں ایک خزینۂ علم وآگہی موجود تھا۔ علامہ اقبال کی سوچ کا شاہین ان کی حسنِ تخیل پر محوِ پرواز رہتا۔ اقبال کی طرح قاسمی نے بھی آخری سانس تک شعور وآگہی کا مظاہرہ بھی کیا اور وفات تک ادب سے مضبوط تعلق قائم کیے رکھا۔ بسترِ علالت پر بھی وہ سوچوں کے تانے بنتے رہے اور نت نئے موضوعات چُنتے رہے۔ فکرِ اقبال پر اگرچہ بہت کچھ لکھا گیا لیکن قاسمی کے اقبال پر متنوع مضامین اور اشعار سے یہ باور ہوتا ہے کہ اقبال سے محبّت کرنے والوں میں قاسمی کا شمار بھی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں قاسمی نے اپنی تنقیدی کتاب "معنی کی تلاش" میں بعنوان "خصوصی مطالعۂ اقبال" میں درج ذیل مضامین پیش کیے ہیں جو فلسفی اور شاعرِ مشرق کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ جو شعور وآگہی کے در وا کرتے اور تحقیق وتنقید کی نت نئی جہات سے روشناس کراتے ہیں۔ معنی کی تلاش میں شامل مضامین درج ذیل ہیں:

۱۔ اقبال کے ساتھ انصاف کیجیے۔
۲۔ اقبال اور ہمارا نصابِ تعلیم۔
۳۔ عہد ساز اقبال۔
۴۔ اقبال کا نظریۂ شعر۔
۵۔ اقبال کی ایک نظم "شمع اور شاعر"۔
۶۔ اقبال بحیثیت شاعر۔
۷۔ پورا اقبال۔

یہ مضامین حیاتِ اقبال، فکرِ اقبال اور اقبال شناسی کے متعلق بہترین کاوش کے عکاس ہیں۔ اگرچہ قاسمی نے ہر تقریب میں اقبال کے فکری وفنی پہلو پر اظہارِ خیال کیا جسے ضابطۂ تحریر میں نہ لایا جا سکا۔ "معنی کی تلاش" میں شامل مضامین مختلف کتب و رسائل کی مدد سے حاصل کیے گئے۔ ان مضامین سے قاری قاسمی کی اقبال شناسی سے بخوبی آگاہ ہوسکتا ہے۔ قاسمی کو اقبال سے بہت محبّت تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ اقبال سے محبّت انھیں ورثے میں ملی تھی۔ قاسمی کے والد اکثر اقبال کے اشعار گنگناتے اور قاسمی کے چچا نے انھیں بچپن میں ہی اقبال کے فارسی و

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اُردُو کلام سے متعارف کروایا۔ انھیں زمانۂ طفلی میں ہی اقبال کے اشعار یاد کروائے وہ خود بھی کلامِ اقبال کو ترنّم سے پڑھتے۔ بچپن میں ہی قاسمی کو کلامِ اقبال سے رغبت ہوگئی۔ قاسمی اپنے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

''اقبال کی 'بانگِ درا' نے مجھے بھرپور انداز میں متوجّہ کیا۔''(۱)

مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاسمی بچپن سے ہی اقبال کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یہ اُن کی خوش ذوقی اور سخن فہمی کی دلیل ہے۔ اقبال نے زیادہ تر اپنی شاعری میں وہی باتیں کہی ہیں جو قرآن و احادیث میں ہیں۔ قاسمی کلامِ اقبال کے مطالعہ سے بڑے فخر و اعتماد کے ساتھ ان عوامل کی نشان دہی کرتے جو اقبال کی شاعری کا پس منظر ہے۔

کلامِ اقبال سے پسندیدگی کی وجہ سے قاسمی نے اقبال کی صد سالہ برسی پر نومبر ۱۹۷۷ء میں مجلسِ ترقّیِ ادب لاہور سے اپنی کتاب "علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء)" شائع کی۔ یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب تھی جس نے چند صفحات میں اقبال کی شخصیت اور اقبال کی فکر کو سمیٹ کر رکھ دیا مثلاً اس میں اقبال کے آبا و اجداد کا شجرۂ نسب، اسلاف، ولادت، تعلیم، شہرت کا آغاز، تعلیمی سفر، مراجعت، عزلت گزینی، بیماری و وصال، مزارِ اقبال، شخصیت و کردار، اولاد، تصانیف، نظریۂ حیات اور تصورِ خودی کی بابت تفصیلاً اظہارِ خیال کِیا۔اس کتاب کے ایک ایک جملے سے اقبال کی شاعرانہ عظمت کے معترف ہونے اور عقیدت مند ہونے کا والہانہ اظہار ملتا ہے۔ کتاب کو دل چسپ اور جاذبِ نظر بنانے کے لیے جا بہ جا تصاویر بھی پیش کی گئی ہیں جو اقبال کے بچپن سے لے کر آخری ایام تک مشتمل ہیں۔ ان تصاویر میں اقبال کے والد گرامی شیخ نور محمد، اقبال کی والدہ محترمہ، آبائی مکان، مسجد مولوی میر حسن مرحوم، عہدِ شباب کی تصاویر، عطیہ فیضی، ہائیڈل برگ (جرمنی) میں رفقا کے ساتھ تصاویر، ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے پر تصاویر، ٹیپو سلطان کے مقبرے پر، مسجدِ قرطبہ، جاوید منزل، سیّد سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ساتھ آخری آرام گاہ اور اقبال مصور کی نظر میں تمام تصاویر پیش کی ہیں جو بچپن سے وفات تک کے اقبال کو مع شاعری وفکر کے پیش کرتی ہیں۔ علامہ اقبال ۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء میں مصنف نے اسلافِ اقبال سے لے کر وفات تک کا بھرپور جامع ادبی جائزہ پیش کِیا ہے۔ یہ کتاب ادبی تنقید کے اعتبار سے بھی جامع ہے جس میں انھوں نے بلند مرتبت شاعر کی تخلیقات کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کا نظریۂ فن بھی پیش کیا ہے۔ اگرچہ احمد ندیم قاسمی نے ہر تقریب میں اقبال کے مختلف النوع پہلوؤں پر اظہارِ خیال کیا جسے ضابطۂ تحریر میں نہ لیا جا سکا۔ وہ اقبال سے بہت متاثر تھے۔ احمد ندیم قاسمی ۲۸-جون ۱۹۳۷ء کو عبدالمجید سالک اور حسرت کاشمیری کے ہمراہ اقبال کے دولت کدے پر حاضر ہوئے انھوں نے اپنے ایک مضمون "ڈاکٹر اقبال سے پہلی اور آخری مُلاقات"

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔مضمون کی ابتدا میں لکھتے ہیں، "مَیں مرتے دم تک اس بات پر فخر کروں گا کہ زندگی میں ایک بارتو میرے ہاتھ اقبال کے ہاتھوں سے مَس ہوئے تھے۔زندگی میں ایک بارتو مَیں نے اُس جلیل القدر فلسفی کو جی بھر کر دیکھا۔زندگی میں ایک بارتو اس منبعِ حکمت سے کسبِ فیض کیا۔"(۲)

تعلیم ادب اور "ادب وفن کے رشتے" میں قاسمی کا مضمون "نصابِ تعلیم میں سے اقبال کا اخراج" اور "پسِ الفاظ" کے مضمون "اقبال اور ہمارا نصاب" میں تکرار ملتی ہے۔صرف مضمون کا عنوان تبدیل ہے۔مضمون کا مواد یکساں ہے۔قاسمی کی تنقیدی کتاب "پسِ الفاظ" کی مرتبہ نصیرہ حبیب (منصورہ احمد کی بہن) ہیں انھوں نے قاسمی کے اقبال کے فکر وفن اور شخصیت پر مشتمل مقالات کو کتابی صورت میں "پسِ الفاظ" میں شامل کیا ہے اور حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔انھوں نے اپنی اس کاوش میں وسعتِ معلومات، انتقادی بصیرت، ژرف نگاہی سے کام لیا ہے۔پوری کتاب میں معنوی تسلسل اور روانی موجود ہے۔قاری کہیں الجھاؤ کا شکار نہیں ہوتا۔

اقبال کا فارسی کلام ہو یا اُردو کلام شاعری ہو یا نثر اس کی تفہیم کے لیے قرآن پاک کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔اقبال کی تخلیقات کے مطالعہ کے بعد ہی اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے کیسے گمبھیر مسائل کو بغیر کسی تعصب اور تنگ نظری کے ساتھ عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، مسئلہ فقر ہو یا فلسفہ خودی، عقل و عشق کی کش مکش ہو یا زمان و مکاں کے اسرار، اقبال نہایت باریک بینی، سلیقے کے ساتھ ہر مسئلہ کو جدت وندرت سے بیان کرتے ہیں کہ وہ قارئین کے شعور و ذہن کا حصہ بن جاتا ہے۔قاسمی نے بڑے دل کش انداز میں اقبال کی شاعری کے پس منظر، ان کے نظریات اور فکری پختگی کو دلسوزی کے ساتھ بے مثال انداز میں بیان کیا ہے۔برصغیر کے مسلمانوں کی بیداری میں اقبال اور ان کی شاعری نے اہم کردار ادا کیا۔قاسمی اپنے قارئین کو بتاتے ہیں کہ متمدن قوم کے لیے لائحۂ عمل ضروری ہے، اس لیے خود اعتمادی کے ساتھ روشن ذہن کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔دنیا میں سرفرازی وسربلندی کے لیے آئین اور اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے اور مسلمانوں کے لیے قرآن ہی اصل آئین ہے۔یہی وجہ ہے کہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے قرآنی تلمیحات کے پس منظر میں ہر شعبۂ حیات پر روشنی ڈالی ہے۔احمد ندیم قاسمی اپنے مضمون "عہد ساز اقبال" میں رقم طراز ہیں:

> علامہ اقبال کا فلسفہ دل و دماغ کی بے پناہ توانائیوں کے در وا کر دینے کا فلسفہ ہے۔ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک ان توانائیوں کا اصلی منبع اسلام ہے۔قرآن ہے اور اسوۂ رسولِ مقبول ﷺ ہے۔(۳)

اقبال شاعر بھی تھے اور فلسفی بھی۔شاعر اور فلسفی کے فکر میں بہت فرق ہوتا ہے۔فلسفی کا فکر شعور و ادراک

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اور منطق سے آگے بڑھتا ہے جب کہ شاعر کے فکر کی راہیں اس سے یکسر مختلف ہوتی ہیں۔ وہ جذبے، احساس، عشق اور وارفتگی کی وادیوں میں محوِ سفر ہوتا ہے۔ شاعر کے اشعار دِل کو چھوتے ہیں جب کہ فلسفی کی فکر وشعور دماغ کو دعوتِ فکر دیتی ہے۔ قاسمی لکھتے ہیں:

> ...مگر کتنا ستم ہے کہ جب یار لوگ اقبال کے فکر کا جائزہ لینے بیٹھتے ہیں تو اس فکر کے شعری حسن سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر اقبال صرف مفکر ہوتے تو انھیں بحر و وزن، ردیف و قافیہ، صوت و آہنگ کے جھمیلوں میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ انھوں نے اپنے نظامِ فکر کے لیے نثر کیوں اختیار نہ کی؟ انھیں جب صرف یہ کہنا تھا کہ پوری کائنات مسلسل ارتقا پذیر ہے تو انھوں نے یہ کیوں نہ کہا۔ یہ کیوں کہا کہ:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کُن فیکون (۴)

اقبال نے نثر کے بجائے شاعری کو ذریعۂ اظہار بنایا کیوں کہ شاعری کے ذریعے جو بات دل میں گھر کرتی ہے اس کے لیے نثر جیسی صنف موزوں نہیں۔ اقبال حسّاس ادیب وشاعر ہونے کی بدولت مستقبل کی نزاکت کو قبل از وقت ہی بھانپ گئے تھے۔ قاسمی نے فکرِ اقبال میں نظریۂ خودی، مردِ مومن، نظریۂ حیات کو اساسی اہمیت دی۔ اگرچہ اس موضوع پر دیگر مصنّفین نے بھی خامہ فرسائی کی لیکن قاسمی کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے ان موضوعات کو خالصتاً ایک پاکستانی مدبر کی حیثیت سے دیکھا۔ کلامِ اقبال نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر کے ان کے تنِ مُردہ میں نئی روح پھونکی۔ اپنے اشعار کے ذریعے ان میں نیا جذبہ، ولولہ پیدا کرتے رہے۔ قاسمی لکھتے ہیں:

> اقبال کا یہی وہ زندگی افروز پیغام تھا جو ہمارے دلوں میں اتر کر خون کے ساتھ گردش کرنے لگا۔ مدّتوں کی سوئی ہوئی قوم جاگ اٹھی۔ اس میں تازہ ولولہ اور خود اعتمادی کا جذبہ اُبھرا اور بیدار ہوا۔ وہ غلامی کا جُوا اپنے کندھوں سے اتار کر آزاد ہوگئی اور طاقت وحکومت کی مالک بن گئی۔ پاکستان اسی خواب کی تعبیر ہے۔ (۵)

قاسمی نے فلسفہ اور فکرِ اقبال کا ژرف نگاہی سے جائزہ لیتے ہوئے انھیں منبعِ اسلام قرار دیا ہے جو انسانی دل و دماغ کی توانائیوں کے دَرُوں کو کھولتا اور انسان کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔ اقبال نے عالمِ شباب میں جو اشعار

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کہے وہ محض وفورِ جذبات سے بھرپور نہ تھے، اور نہ ہی انھوں نے خلا میں تیر چلانے کی مشق کی بل کہ وہ عالم گیر شہرت کے حامل دانش ور ایک ایسی راہ اختیار کرتے ہیں جس پر بعد میں پوری قوم نے چلنے کا فیصلہ کیا۔ خونِ جگر سے پرورش پانے والی اقبال کی شاعری تمام انسانوں کے لیے زندگیِ دوام کا نسخہ ثابت ہوئی۔ کلامِ اقبال نے اُردُو ادب کے سرمایے میں جہاں بے پناہ اضافہ کیا وہاں سرمایۂ حیات میں بھی تفکر و محبّت، خلوص اور ہمدردی کے پُھول نچھاور کیے۔

قاسمی نے اقبال کے اعترافِ عظمت کے ساتھ ساتھ اُن کے ذہنی و ذوقی خصائص کی سراغ رسانی کی ہے۔ قارئین کو اقبال کے فکر وفن سے روشناس کروایا ہے۔ قاسمی نے قارئینِ ادب کو باور کرایا کہ اقبال کے شعر وفکر میں ابدیت و آفاقیت کے توانا عناصر موجود ہیں۔ چناں چہ اُن کی فکر افروز شاعری کا ذوق وشوق سے مطالعہ کیا جائے۔ اس سے کئی فکری و علمی سرچشمے پُھوٹتے ہیں۔ انھوں نے فکرِ اقبال پر اپنی بیشتر آرا نڈر، کھرے انداز اور ادبی دیانت داری سے پیش کی ہیں۔ قاسمی کی ناقدانہ صلاحیتیں اتنی ہمہ گیر ہیں کہ فن پارے کی گہرائی تک اتر جاتی ہیں۔ قاسمی اگرچہ ترقّی پسند تحریک سے وابستہ تھے اقبال کا ضربِ کلیم میں درج ذیل شعر قارئین کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ مثلاً:

دہقاں ہے کسی قبر کا اُگلا ہوا مُردہ
پوشیدہ کفن جس کا ابھی زیرِ زمیں ہے(۶)

محولہ بالا شعر میں اقبال نے مروّجہ نظامِ معیشت اور استحصال و جبر کا شکار مظلوم زرعی نظام کی عکاسی کی ہے قاسمی کے نزدیک اس شعر کے ہر لفظ اور مفہوم میں اقبال کی شخصیت بول رہی ہے جسے اگر غیر ملکی حکومت نے مخفی رکھا یا جسے آزاد پاکستان پر نصف صدی تک حکومت کرنے والوں نے بھی بڑے التزام کے ساتھ چھپایا ہے۔ قاسمی لکھتے ہیں کہ جب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اقتدار سنبھالا اور مولوی کوثر نیازی کو وزیر اطلاعات مقرر کیا تو نیازی صاحب لاہور تشریف لائے اور ٹی وی سنٹر کے ہال میں لاہور کے اہلِ قلم سے خطاب کیا۔ دیگر اہلِ قلم نے چند تجاویز پیش کیں۔ قاسمی نے بھی چند تجاویز پیش کی لکھتے ہیں: ”مَیں نے عرض کیا کہ جن علامہ اقبال کو آپ کے ٹی وی اور ریڈیو لوگوں سے چھپاتے رہے ہیں، انھیں سامنے لایئے۔ مثال کے طور پر مَیں نے یہی شعر پڑھا۔ نیازی صاحب نے کہا کہ چلیے ہمارا ایک کام کیجیے۔ آپ علامہ کے اُردُو کلام میں سے اس نوعیت کے اشعار کا انتخاب کر دیجیے۔ ہم یہ اشعار باقاعدگی سے براڈ کاسٹ اور ٹیلی کاسٹ کریں گے۔ مَیں نے ہامی بھر لی۔ رات بھر بیٹھ کر اس طرح کے اشعار کا انتخاب کیا اور صبح کو ٹی وی ریڈیو کے ذِمّہ دار اصحاب کے حوالے کر دیا۔ اس واقعے کو ستائیس

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سال ہو رہے ہیں۔ ان اشعار میں سے کوئی ایک بھی کبھی ریڈیو یا ٹی وی سکرین پر پیش نہیں ہوا"۔ (۷)

سرمایہ داروں اور زمینداروں کے ہاتھوں خلقِ خدا کے استحصال کے سلسلے میں علامہ کے نظریات بالِ جبریل کی نظمیں "گدائی"، "الارض للہ"، "ساقی نامہ" اور "لینن خدا کے حضور میں" میں دکھائی دیتے ہیں۔

قاسمی نے مذاہب، سیاست اور ثقافت کے مسائل کو جب موضوع بنایا تو اسے فکرِ اقبال کی روشنی میں دیکھا۔ کبھی اپنی تقاریر اور زبانی گفت گو کو کلامِ اقبال سے آراستہ کیا اور پاکستانی قوم سے خطاب کیا تو قلوبِ مُردہ کو اعجازِ اقبال سے دوبارہ زندہ کرنے کی سعی کی۔ انھوں نے حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیوں کو دریافت کرنے کی سعی کی۔ اقبال ہمارے ادب اور پاکستانی تاریخ کی وہ اہم کڑی ہیں جو ماضی کو حال سے اور حال کے ساتھ ساتھ مستقبل کو بھی اپنی گرفت میں رکھتے ہیں۔ خواب اور حقیقت کے مابین مثبت رشتہ قائم کرتے ہیں۔ قاسمی لکھتے ہیں:

> اقبال اپنی قوم کے نبّاض بھی ہیں اور جو انسان کو اس سے چھنا ہوا وقار واپس دلانا چاہتے ہیں اور جو احترامِ آدمیت کو آدمیت قرار دیتے ہیں اور جنھیں آزادی، اولوالعزمی، جدوجہد، جستجو اور عدل سے محبّت ہے اور جو محکومی، انفعالی، شکست خوردگی، تقدیر پرستی اور بے انصافی سے نفرت کرتے ہیں۔ (۸)

اقبال نے نہ صرف موضوعات بل کہ اسلوب کے اعتبار سے بھی اُردُو شاعری میں نئی راہیں روشن کیں اور سعی و عمل کی تعلیم دی۔ بنا بریں ہمہ نظموں کے حسن کو غزلوں سے، غزلوں کے حسن کو نظموں سے ہم آہنگ کرنے میں اقبال کی صلاحیتوں کا اعتراف ضروری ہے۔ اس ہم آہنگی سے اقبال کی نظم میں غزل کا اور غزل میں نظم کا لطف محسوس ہوتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں غزل اور نظم کے مابین حدِّ فاصل قائم کرنا مشکل ہے۔ قاسمی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن وہ غزل کے عاشقِ زار ہیں اور خود بھی اہم شاعر ہیں۔ قاسمی کا نقطۂ نظر ہے کہ اگر اقبال قدیم روایات کے مطابق شاعری کرتے رہتے تو ان کے زندگی بخش پیغام کے باوجود ان کے بھرپور پذیرائی نہ ہو سکتی۔ اقبال کے شعر کہنے کا انداز ہی منفرد ہے جس نے لاکھوں افراد کی توجہ سمیٹ لی۔ قاسمی لکھتے ہیں: "یوں کہنا چاہیے کہ اقبال نے اپنی سخن کاری سے فنِ شاعری کے معیار ہی بدل دیے اور اُردُو شاعری کو ایسی زبان دی، ایسی ڈکشن دی، ایسے استعارے دیے اور کہیں کہیں ایسی علامات بھی دیں کہ وہ شاعری جو داغ اور امیر مینائی اور ریاض خیر آبادی کے بعد اپنی قوت کھو بیٹھی تھی اور اپنا حسن گنوا بیٹھی تھی، اقبال کے سے کیمیا گر کے مس سے ہی چمک دمک اٹھی اور زندگی کے جوش و جذبہ سے بھر گئی اور منفیت کی نفی کر کے اثبات اور تعمیر اور تسخیر کی طرف بڑھنے لگی۔ عصرِ حاضر میں جو اُردُو شاعری زندگی کے رنگوں سے آراستہ ہے یہ قاسمی کے نزدیک اقبال ہی کی دین ہے۔ انھوں نے

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

اپنی شاعری کے ذریعے احترامِ آدمیت کا درس دیا۔ انھوں نے اہلِ فن کے لیے اظہارِ خیال کا زاویہ ہی بدل دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کی شاعری ایک خاص عہد میں زندہ رہ کر عہدِ نو تخلیق کرتی ہے جو آنے والے دور کے افراد کو بھی متاثر کرتی ہے۔

اقبال نے اگرچہ اپنے افکار و نظریات کو انگریزی، اُردُو اور فارسی زبان میں پیش کیا۔ نظریاتِ اقبال کی گونج ان کے عہد میں ہی مغربی دنیا کو سنائی دینے لگی تھی۔ ایک مغربی نقاد نے اپنے اہلِ دانش کو سرزنش کی تھی اور کہا، "تم کب تک کیٹس کی نقالی پر گزر بسر کرتے رہو گے؟ اُدھر مشرق میں لاہور کی طرف دیکھو جہاں اقبال نام کا ایک شاعر اپنے کائنات گیر موضوعات سے ایک نیا عہد تخلیق کر رہا ہے۔"(۱۰)

قاسمی عام فہم انداز میں اقبال کے مقام و مرتبے کو بیان کرتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو ایک سچا اور اچھا مسلمان بنانے میں اقبال کی شاعری نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ دین کے احیا یا دین کی اصلاح کی تحریکیں ہر قوم میں ہوئی ہیں لیکن ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا کہ شاعری کو وسیلۂ اظہار و ابلاغ بنا کر کسی شاعر نے اتنی کامیابی حاصل کی ہو۔ اقبال کی فکر و فلسفہ، موضوعات ہی اہمیت کے حامل نہیں بل کہ ادبی حیثیت سے بھی قاسمی کے نزدیک ان کا مقام افضل ہے۔ انھوں نے فرسودہ تشبیہات، تلمیحات، محاورات کو نئے مفاہیم میں نئے اُفق سے ہمکنار کیا۔ وہی فرسودہ تشبیہات و استعارات کلامِ اقبال میں ایک بانکپن کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ قاسمی اقبال کے تصورِ تعلیم و تربیت کو زندہ صورت دینے کے خواہاں ہیں۔ اب اقبال کو ہمارے تعلیمی نصاب سے خارج کیا جا رہا ہے اس عمل کی ابتدا ۱۹۵۴ء کے قریب ہوئی جب غیر ممالک سے اقتصادی امداد لینا شروع کی۔ اقتصادی امداد کے ساتھ ساتھ تعلیمی مشیر ملک میں آئے۔ ان غیر ملکی تعلیمی مشیروں سے نظامِ تعلیم کے متعلق مشورے لیے گئے جس سے خود اعتمادی و خود انحصاری کا درس دینے والے اقبال کو نصابِ تعلیم سے رفتہ رفتہ خارج تو نہیں کیا لیکن دائرہ تنگ کرتے گئے۔ احمد ندیم قاسمی اپنے مئی ۱۹۷۰ء کو لکھے جانے والے مضمون بعنوان "اقبال اور ہمارا نصابِ تعلیم" میں رقم طراز ہیں:

> اقبال اور بہت کُچھ ہونے کے علاوہ ہمارا اجتماعی حافظہ اور اجتماعی تخیل بھی ہیں۔ اس حافظہ و تخیل سے نئی نسل کو محروم کر کے کہیں نوجوان پاکستان کو باطل کی قوتوں کے ساتھ کسی بزدلانہ صلح کے لیے تو تیار نہیں کیا جا رہا؟(۱۱)

قاسمی کا محولہ بالا سوال ایک ایسا چیلنج ہے جس کے مقابلے کے لیے پوری قوم کو تیار ہونا چاہیے۔ ان افراد کے لیے یہ چیلنج زیادہ اہمیت کا حامل ہے جو درس و تدریس کے مقدس فریضہ سے وابستہ ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

قارئینِ ادب کے سامنے اقبال مختلف حیثیتوں سے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ کبھی وہ ترقّی پسند ہیں، کبھی مبلغِ اسلام، مردِ مومن کے خواہش مند، کبھی پیام بر ہیں اور کہیں صوفی اور رومی کے مقلّد ہیں۔ قاسمی قارئین سے ملتمس ہیں کہ اقبال کی شخصیت، فکر وفن غرض پورے اقبال کو سمجھنے کی کوشش کریں کیوں کہ فکرِ اقبال کا ہر پہلو ہمارے لیے قابلِ احترام ہے۔ قاسمی لکھتے ہیں:

"اقبال کی... ایک مربوط شخصیت ہے جس کے ہاں انسان اور اس کے مسائل، کائنات اور اس کے امکانات زندگی اور اس کے تنوعات، بنی آدم کا مستقبل اور اس کے پھیلتے ہوئے آفاق... سب ایک مکمل کُل کے اجزا ہیں۔ یوں وہ چاہے کسی بھی ایک موضوع پر اظہار کریں، اپنی پوری شخصیت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ ایک شائستہ اور باشعور جیتی جاگتی اور اپنے چار طرف دیکھتی اور آنے والی ساعتوں تک کی چاپ سنتی اور سوچتی ہوئی شخصیت ہے... جدید انسانی زندگی کی بنیادی اہمیت کے مظاہرے کے لیے ان کے کلام میں آئینے نصب ہیں سو ایشیا، افریقا اور مغرب میں جو اقبال کو پڑھتا اور سنتا ہے، ان آئینوں میں اپنے آپ کو منعکس پاتا ہے۔"(۱۲)

قاسمی نے اقبال کو صرف ایک شاعر کی حیثیت سے قبول نہیں کیا بل کہ اقبال کو ایک مفکر اور قومی رہنما کی حیثیت سے بھی تسلیم کیا۔ انھوں نے اقبال کو ایک ایسے دانش ور ناظر کی حیثیت سے دیکھا جو بلند پہاڑ پر بیٹھا نہ صرف کارزارِ حیات کا نقشہ کھینچتا ہے بل کہ مخلوقِ خدا کی حالتِ زار کی دُرُستی کا عزم بھی دل میں رکھتا ہے۔ علامہ اقبال ہماری تاریخِ آزادی کی وہ کڑی ہیں جو ماضی کو حال سے اور حال کو مستقبل سے ملاتی ہے۔ جو خواب اور حقیقت کے مابین مثبت رشتہ پیدا کرتی ہے۔ قاسمی لکھتے ہیں: "جو شاعر بھی ہیں، مفکر بھی ہیں، سیاست شناس بھی ہیں۔ اپنے دور، اپنے ملک اور اپنی قوم کے نبّاض بھی ہیں اور جو انسان کو اس سے چھنا ہوا وقار واپس دلانا چاہتے ہیں اور جو احترامِ آدمیت کو آدمیت قرار دیتے ہیں اور جنھیں آزادی، اولوالعزمی، جدوجہد، جستجو اور عدل سے محبّت ہے اور جو محکومی، انفعالیت، شکست خوردگی، تقدیر پرستی اور بے انصافی سے نفرت کرتے ہیں۔"(۱۳)

قاسمی نے اقبال کی شخصیت وفن کا جائزہ لے کر کلامِ اقبال کے اہم ترین رجحانات کو واضح کیا ہے۔ اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے اقبال کے اشعار کے ساتھ ساتھ اس کی تشریح بھی مدلل انداز میں پیش کی ہے۔ اقبال سے مرعوبیت کا یہ نتیجہ تھا کہ قاسمی کے فکر پر بھی اقبال کے اثرات نمایاں تھے۔ شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

> ندیم صاحب کی بڑی صفت یہ تھی کہ اُن کے تخیل میں کُچھ اس طرح آسمان گیری ہے جو اقبال کی یاد دلاتی ہے اور اقبال ہی سے متاثّر معلوم ہوتی ہے۔ (۱۴)

قاسمی کے نزدیک اقبال ہی وہ واحد شاعر ہیں جو اپنے قاری کے وجدان کو اس طرح متاثر کرتے ہیں جس طرح شیکسپیئر، ملٹن، دانتے، فردوسی وغیرہ۔ اقبال دنیا کے دکھوں میں قاری کے دل میں رجائیت کی شمع روشن کرتے ہیں اور روشن مستقبل کی نوید سناتے ہیں۔ قاسمی کا کلام بھی اس رجائی رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ اقبال کی زندگی ایک شاعر اور مفکر کی زندگی تھی اور شخصیت روشنی کا ایک ایسا مینار تھی جس نے اپنے افکار سے پورے عالم کو روشن کیا۔ قاسمی نے اپنی تحریروں کے ذریعے اقبال کے فکر وفن کے بارے میں متوازن انداز میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ کہیں بھی انتہا پسندانہ یا متعصّبانہ رویّہ اختیار نہیں کیا۔ اقبال کی صد سالہ تقریبات میں جہاں دیگر اقبال شناسوں نے اپنے طور پر حصہ لیا اپنی محبّت کا اظہار مختلف انداز سے کیا، وہیں قاسمی جیسے محبِّ اقبال کیسے پیچھے رہ سکتے تھے۔ انھوں نے دیگر مضامین کے علاوہ ایک کتاب علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) لکھ کر اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ قاسمی اپنے مضمون "عہد ساز اقبال" میں لکھتے ہیں:

> جس عہد میں ہم زندہ ہیں وہ اقبال کا عہد ہے اور یہ عہد صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے بل کہ پورے کرۂ ارض پر محیط ہے۔ اس زمین کا ہر وہ مقام جہاں حق و انصاف کی جدوجہد ہو رہی ہے۔ جہاں قوموں کی انا جاگ اٹھی ہے اور جہاں عظمت وجلال اور استقامت وصلابت کے درس دیے جا رہے ہیں۔ اقبال کے اس عہد کی حدود میں شامل ہے۔ (۱۵)

احمد ندیم قاسمی نے کلامِ اقبال کی تفہیم فکری اور فنی دونوں بنیادوں پر کی ہے۔ ان کے مقالات میں اقبال کے فکری وفنی مباحث پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ قاسمی نے اقبال شناسی میں جِن اختصاصات پر روشنی ڈالی ہے ان تمام کا تعلق ان کی تنقیدی صلاحیت، اقبال سے بے پناہ لگاؤ اور مطالعۂ اقبال کے ساتھ گہرے ربط کو ظاہر کرتا ہے۔ قاسمی کی ناقدانہ حیثیت کے تعین میں جو خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ قاسمی نے فکرِ اقبال کے حوالے سے تنقید کی ہے لیکن کلامِ اقبال میں فن کو بھی نظر انداز نہیں کِیا۔

۲۔ فن کے ساتھ ساتھ فکر کو بھی منفرد انداز میں پیش کیا۔

۳۔ قاسمی نے کلامِ اقبال میں فنی تکنیکوں کی وضاحت کے ذریعے اقبال کی فلسفیانہ اور شاعرانہ حیثیت کو نمایاں کیا ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۴۔ قاسمی نے کلامِ اقبال پر اُن کی تنقید تاثراتی تنقید ہے جو ہر طرح کی گروہ بندی سے یکسر آزاد ہے۔

۵۔ قاسمی نے اقبال کی فکر وفن اور شخصیت پر تنقید کرتے ہوئے کلامِ اقبال کی امثال پیش کر کے ان کی انفرادیت واضح کی ہے۔

۶۔ قاسمی نے دیگر شعرا کے ساتھ تقابل کر کے اقبال کی انفرادیت کو واضح کیا ہے۔

۷۔ قاسمی نے اقبال کی مختلف نظموں کی عملی تنقید بھی کی ہے۔

۸۔ قاسمی نے نظم گو اقبال اور غزل گو اقبال میں تقابل کر کے اقبال کی شاعرانہ حیثیت کو سراہا ہے۔

۹۔ قاسمی نے عالم گیر شہرت کے حامل اقبال کو نصابِ تعلیم کا مکمل حصہ بنانے کی گزارشات پیش کیں۔

۱۰۔ قاسمی اقبال کے افکار کو عام کرنے کے خواہش مند ہیں جس سے نوجوان نسل بالعموم مستفید ہو سکے۔

۱۱۔ قاسمی اقبال کی شخصیت اور فکر کے پوشیدہ گوشوں کو منظرِ عام پر لائے ہیں۔

اقبال نہ صرف اُردو بلکہ عالمی ادب میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ قاسمی کے نزدیک اقبال کا مرتبہ بہت بلند ہے، انھوں نے اقبال کو مجاہد قرار دیا ہے۔ اقبال کے کلام میں ایک منظّم فلسفہ موجود ہے۔ انھوں نے اسلامی عقائد کی برتری اور اسلامی اعمال کی برگزیدگی پر اپنی شاعری کی بنیاد رکھی اور اس میں کامیاب رہے۔ احمد ندیم قاسمی خصوصی طور پر ماہرینِ اقبالیات سے ملتمس ہیں کہ ''وہ شاعر اقبال کی شاعری پر بطورِ خاص توجہ فرمائیں۔ اقبال کے فکر کو یقیناً عام ہونا چاہیے کہ وہ ارتقاے انسانی اور احترام و وقارِ آدمیت کا فکر ہے۔ مگر اس اقبال کو لوگوں سے چھپانا نہیں چاہیے جو خواب بھی دیکھتا تھا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس اقبال کو پس منظر میں رکھنا اقبال کی شاعرانہ عظمت سے کھلی دشمنی کے مترادف ہے۔ ہمیں اقبال کو میرؔ، غالبؔ اور حالیؔ کی صف میں شامل کرنے سے ڈرنا چاہیے کہ وہ اسی صف کے ایک قدآور فرد ہیں۔ انھیں مجدّد الف ثانی اور جمال الدین افغانی کی صف میں بھی بے شک شامل کیجیے مگر یاد رکھیے کہ ہمارے دور کے اس مجدّد کے لب پر نغمہ ہے''۔ (۱۶)

اقبال نے شاعر، مفکر اور مصلح کے طور پر اپنی ذمے داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا۔ انھوں نے شعر و فلسفہ میں نئی راہیں کھول کر اپنی انفرادیت کے اعلان کے ساتھ ساتھ حکیمانہ شاعری کے ذریعہ مُردہ قوم میں نئی زندگی کی روح پیدا کی۔ اگرچہ قاسمی کلامِ اقبال کے معترف تھے۔ قاسمی نے اپنے تخلیقی و تنقیدی ذوق کے تحت اقبالیات کے سرمایے میں وقیع اضافہ کیا ہے۔ بلاشبہ احمد ندیم قاسمی کے محولہ بالا مقالات اقبال شناسی میں اُن کے نمایاں مقام کے تعین میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ قاسمی نے اقبال کو بحیثیت فلسفی، مفکر، سیاست دان کے علاوہ شاعرانہ حیثیت کو بھی اہمیت دی ہے۔ بعض افراد اقبال کو صرف مسلمانوں کے رہنما شاعر تک محدود کرتے ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اقبال کو ہمہ جہت شاعر سمجھنا چاہیے۔ قاسمی نے اپنے مقالات خاصی محنت اور محبّت سے لکھے جو اقبالیات میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ اقبال کی تاریخ پیدایش، اقبال کے اسلاف، اقبال کی زندگی کے دیگر پہلوؤں خصوصاً اقبال عالمِ انسانیت کے شاعر کی حیثیت سے قاسمی نے جو اظہارِ خیال کیا وہ قابلِ تحسین ہے۔

قاسمی کو اقبال سے گہری مناسبت تھی ان کی تحریروں میں اقبال کے تذکرہ ان کے اشعار یا مصرعے اس پر دلالت کرتے ہیں۔ قاسمی اقبال سے بہت متاثر تھے۔ قاسمی اقبال کی تراکیب کو اپنی تحریروں میں جا بہ جا استعمال کر کے انھیں اپنی طرف سے خراجِ تحسین پیش کرتے تھے۔ اگرچہ اقبال پر اُن کی زندگی میں بہت لکھا گیا اور وفات کے بعد بھی لکھا جا رہا ہے احمد ندیم قاسمی کے اقبالیات پر لکھے گئے متنوع مضامین نے یہ ثابت کِیا ہے کہ انھیں اقبال سے عقیدت اور دلی محبّت تھی۔ وہ بیش تر مضامین میں اقبال کی ادبی زندگی اور اُن کی شخصیت و افکار کے اُن گوشوں کو منظرِ عام پر لائے ہیں جو فہم طلب تھے۔ ان مضامین کا مطالعہ قاری کو شعور و آگہی کی نئ راہوں سے آشنا کرتا ہے وہیں تحقیق وتنقید کے میدان میں بھی نئ جہات کو روشن کرتا ہے۔

حواشی

۱۔ احمد ندیم قاسمی، "علامہ محمد اقبال"، (لاہور: غالب پبلشرز، ۱۹۷۷ء)، ص۴۸
۲۔ ایضاً، ص۵۹
۳۔ ایضاً، "معنی کی تلاش"، (لاہور: اساطیر پبلشرز، ۲۰۰۳ء)، ص ۳۳
۴۔ ایضاً، ص۶۰-۶۱
۵۔ ایضاً، "علامہ محمد اقبال"، ص۵۸
۶۔ علامہ محمد اقبال، "کلیاتِ اقبال"، (لاہور: اقبال اکیڈمی، ۲۰۰۰ء)، ص۳۲۱
۷۔ احمد ندیم قاسمی، "معنی کی تلاش"، ص۲۱
۸۔ ایضاً، ص۶۹
۹۔ ایضاً، ص۳۵
۱۰۔ ایضاً، ص ۳۳
۱۱۔ ایضاً، ص۳۱
۱۲۔ ایضاً، ص۵۶، ۶۶
۱۳۔ ایضاً، ص۶۹
۱۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ''قاسمی صاحب''، مشمولہ "ندیم نامہ" مرتبہ اسلم فرخی، (کراچی: ادارۂ تصنیف وتالیف وترجمہ، ۲۰۰۰ء)، ص۹۷
۱۵۔ احمد ندیم قاسمی، "معنی کی تلاش"، ص ۳۲

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۶۔ ایضاً،ص ۴۷

ماٰخذ

۱۔ اقبال،محمد، علامہ،"کلیاتِ اقبال"، لاہور: اقبال اکیڈمی، ۲۰۰۰ء
۲۔ فاروقی،شمس الرحمٰن،''قاسمی صاحب''مشمولہ"ندیم نامہ"مرتبہ اسلم فرّخی،کراچی: ادارۂ تصنیف وتالیف وترجمہ، ۲۰۰۰ء
۳۔ قاسمی، احمد ندیم،"علامہ محمد اقبال"، لاہور: غالب پبلشرز، ۱۹۷۷ء
۴۔ ـــــــــــ،"معنی کی تلاش"، لاہور: اساطیر پبلشرز، ۲۰۰۳ء